واعظ بطعن بادہ پرستاں زباں کشاد

یارب تو لی پناہ من از شر آں سفیہ

بفیضان مرشد کامل خواجہ ملت حضرت علامہ خواجہ غلام نظام الدین تونسوی

مزیلۃ النزاع

الموسوم

اثبات السماع

غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں سلطان العلماء حضرت علامہ السید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ

مہتمم مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان شریف

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منع سماع و نغمہ نے مے کند فقیہہ
بیچارہ پے نہ برد بہ سر نغمت فیہہ
(عارف جامی نقشبندی رح)

سلسلہ تبلیغ

ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

کتاب مستطاب

مزیلۃ النزاع

الموسومہ

اثبات السماع

(مسئلہ سماع و قوالی کے بارہ میں قول فیصل)

از تبرکات

مظہر اعلیحضرت امام اہلسنت غزالی زماں
رازی دوراں محقق اعظم حضرت علامہ السید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم رجسٹرڈ ملتان و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور

ناشر:- مرکزی انجمن غلامان نظام ملتان

ھو

چیست پیدا فی صدائے چنگ و عود
انت حسبی انت کافی یا ودود

(عارف جامی نقشبندیؒ)

نام کتاب :- مزیلۃ النزاع الموسومہ اثبات السماع،

مصنف :- غزالی زماں حضرت علامہ ابوالنجم سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی
دامت برکاتہم العالیہ

کتابت :- حافظ محمد اقبال خان احسن نظامی و محمد یوسف جاوید ملتانی

سال تصنیف :- رجب المرجب ۱۳۵۷ھ

عام طباعت :- ربیع الاول شریف ۱۳۹۴ھ

تعداد :- ایک ہزار

ناشر :- مرکزی انجمن غلامان نظامؒ ملتان

قیمت :- ایک روپیہ

بار دوم

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

غزالیِ زماں حضرت علامہ السید احمد سعید شاہ صاحب الکاظمی دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں آپ کا شمار برصغیر ہند و پاک کے اُن گنے چُنے روشن دماغ علماءِ اہلسنّت میں ہوتا ہے جن کو بجا طور پر آسمانِ علم و فضل کا نیّرِ تاباں کہا جا سکتا ہے۔ اہلِ دانش و ارباب بصیرت آپکو غزالیٔ زماں اور محققِ اعظم کے حسین القابوں سے یاد کرتے ہیں ۱۹۱۳ء کا سال کس قدر بابرکت تھا جب امروہہ نواح مراد آباد میں حضرت علامہ سید مختار احمد الکاظمی کے دولتکدہ میں آپ رونق افروز ہوتے۔ معصوم چہرہ اداٰئیں سادہ کسے خبر تھی کہ ساداتِ کاظمیہ کا یہ سادہ روشن بچہ آگے چل کر مسلمانانِ پاک و ہند کے لئے فرشتۂ رحمت بن کر امتِ مسلمہ سے محدثِ اعظم کا خراجِ تحسین حاصل کریگا۔

اپنے برادرِ معظم حضرت علامہ سید خلیل احمد کاظمیؒ سے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں دینی تعلیم کا آغاز کیا علمِ دین سے والہانہ شوق تو موروثی تھا اس پہ خداداد ذہانت و بلا کے حافظہ نے سونے پہ سہاگہ کا کام کیا ۱۶ برس کی چھوٹی سی عمر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کر کے ہمعصر علماء پر اپنے علمی دبدبہ کی دھاک بٹھادی کچھ عرصہ مدرسہ مذکورہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے معاصرین سے اپنی علمی عظمت کا لوہا منوایا اور اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیا۔ خدمتِ اسلام کا یہی مبارک جذبہ آپ کو ماہِ نومبر ۱۹۳۵ء میں مدینۃ الاولیاء ملتان کھینچ لایا آپکی

خداداد علمی قابلیت دلسوز خطابت نے سوتے ہوتے سُنّیوں میں بیداری کی روح پھونک دی۔ عوام اہلسنت کے بحد اصرار پر ۱۳۶۶ھ میں آپ نے مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ مدرسہ کے پہلے سالانہ جلسہ پر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے لخت جگر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری حضرت محدث کچھوچھوی حضرت پیر صاحب بھرچونڈوی خواجہ مدت حضرت الشاہ نظام الحق تونسوی کی تشریف آوری نے مدرسہ کو چار چاند لگا دیئے۔ المنۃ للہ آج آپ کے انوارِ علوم کے انوار سے پورا ملک منور ہوچکا ہے آپکی سرپرستی میں سینکڑوں مدارس عربیہ مسلک حقہ کی خدمت میں مصروف ہیں اور ہزاروں علماء اہلسنت آپکی قیادت میں تحریری و تبلیغی محاذ پر تحریک اسلامی کے لئے کام کررہے ہیں۔ بحمد اللہ وہ تمام اوصاف جو ایک مصلح کے لئے ناگزیر ہوتے ہیں آپ میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ گولڑہ شریف کے فیضیاب حضرت علامہ غلام مہر علی چشتی آپکی عظیم شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوتے لکھتے ہیں!

اجمع اللہ فیہ ودائع الجمال من قوۃ الحافظۃ ودقۃ النظر والاستحبار المدھش فی علوم الروایۃ والدرایۃ والاستحضار المتحیر ولیس تحت ادیم السماء اوسع منہ علماً فی ھذا العصر فیما نعلم قرآناً وسنۃ وکلاماً وبلاغۃ وفقہاً وادباً وتارخیاً ولا اجمع منہ ورعاً وزھداً وذکاوۃ ذھن وبدیھۃ مطاوعۃ وسلامۃ ذوق ووقاراً ومتانۃ لم تر العیون مثلہ اذا یتکلم بکلام جزل فصیح موجز اولما یستزاد فھو بحر لا ساحل لہ ما رأینا اعلم منہ فی ھذا العصر فی جمیع العلوم ولا ابلغ منہ فی الفنون باسرھا ولا احفظ منہ جوانباً وایم اللہ انہ اکمل انسان فی ھذا العصر علماً وخلقاً وشرفاً۔ الی آخرہ

حضرت علامہ کاظمی صاحب مدظلہ جہاں براہین و خطابت کے بادشاہ ہیں وہاں آپ قلم کے دھنی اور تصنیف و تالیف کے میدان میں نمایاں مقام کے مالک ہیں اسلام کے بہترین موضوعات پر آپکی مفید تصانیف میں سے درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

معراج النبی، اسلام اور اشتراکیت، تسکین الخواطر، میلاد النبی، الحق المبین، اسلام اور عیسائیت، فلسفہ قربانی، مزیلۃ النزاع موخر الذکر رسالہ آپ نے ۱۳۵۷ھ میں تحریر فرمایا تھا جو اب بالکل ناپید ہو چکا تھا خدا بھلا کرے ہمدرد اہلسنت جناب الحاج خواجہ مظفر محمود صاحب چشتی کا جنہوں نے اس دُرِ نایاب کو منظرِ عام پر لانے کے لئے علم دوستی کا ثبوت دیا اس سلسلہ میں ہم حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب چشتی مولانا ممتاز احمد صاحب چشتی، مولانا غلام فرید نظامی کے بھی تہہ دل سے ممنون ہیں جن کی رہنمائی ہمارے کام آئی۔

شیخ نظامی

انتساب

ناظرین کرام!

میری یہ تحقیقِ انیق چونکہ سیدی، مولائی وشیخی ومرشدی ادام اللہ برکاتہم العالیہ کی غلامی کا صدقہ اور حضور اقدس ہی کے بحرِ کرم کا قطرہ ہے۔ اس لئے میں اپنی ناچیز تالیف کو اپنے آقا ومولیٰ ملجا وماویٰ سراج العارفین مصباح المقربین قدوۃ السالکین زبدۃ الصالحین شیخ الشیوخ سید السادات سیدی وسندی ومرشدی ومولائی حضرت مولانا الحافظ الحاج خواجہ سید علی احمد صاحب نفیر عالم چشتی صابری قادری دامت برکاتہم العالیہ کے نام نامی واسم گرامی کے ساتھ منسوب ومعنون کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں تاکہ

اس انتساب مقدس کی برکت سے یہ مختصر نافع خلائق ہو

آمین

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ناکارۂ خلائق

فقیر حقیر سید احمد سعید الکاظمی الامروہوی عفی اللہ عنہ ذنبہ الجلی والخفی،

مقیم ملتان محلہ قدیر آباد — یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد!

برادران اسلام و بندگان حضرت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ مسئلہ غنا میں اگرچہ متقدمین سے اختلاف چلا آتا ہے لیکن ان کا اختلاف بوجہ مبنی بر حسنِ نیت ہونے کے اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ کا مصداق تھا ہمارا اختلاف خواہشات ونفسیات پر مبنی ہونے کی وجہ سے موجب حرمان وخذلان و باعث حجاب محبوب حقیقی ہے۔ رب کریم ہمیں توفیق عطا فرماتے کہ ایسے اختلافات سے محفوظ و مامون رہیں۔ (آمین)

میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میری یہ تحریر اس اختلاف کو یکسر مٹا دیگی لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر تعصب کو بالائے طاق رکھکر بنظر انصاف میرے اسی مضمون کو دیکھا جاتے تو انشاء اللہ العلی العظیم ثم شارِ رسولہ الرؤف الرحیم (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام) جملہ شکوک وشبہات بجائے خود رفع ہو جائیں گے۔ اور مجالِ انکار باقی نہ رہے گی۔

اس مختصر کو چار مباحث پر منقسم کرتا ہوں پہلی بحث کتاب اللہ میں دوسری سنت رسول اللہ میں (صلی اللہ علیہ وسلم) تیسری بحث قیاس آئمہ ومجتہدین و اقوال فقہاء احناف میں چوتھی بحث اقوال مشائخ کبار میں اس کے بعد "خلاصۃ الکلام" کے عنوان سے ایک تتمہ ملحق کیا جائے گا جس میں تمام بحثوں کا لب لباب اور نتیجہ مذکور ہوگا

فالآن اشرع وبہ التوفیق وھو لنا حسبی ورفیق ٥

پہلی بحث

کتابُ اللّٰہ مبین

اعتراض

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّخِذَھَا ھُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝ (سورۃ لقمٰن پ ۲۱ رکوع ۱)

ترجمہ اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو خریدتا ہے لہو حدیث (لغو باتوں) کو تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے اور اس کو مخول کی ہوئی چیز بناتے۔ ایسے لوگوں کے واسطے نہایت ذلت و خواری کا عذاب ہے۔

مفسرینِ کرام نے اس آیت سے حرمتِ غناء ثابت کی ہے۔ نیز بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی اسی طرح منقول ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ غنا حرام ہے

جواب نمبر ۱ اس آیت سے مطلق غناء کو حرام ثابت کرنا سخت لاعلمی اور جہالت ہے حدیث شریف میں وارد ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یتغن بالقرآن رواہ البخاری مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے قرآن کے ساتھ غنا نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں نیز دوسری حدیث میں وارد ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کانت عندی جاریۃ من الانصار زوجتھا فقال رسول اللہ علیہ السلام یا عائشۃ الا تغنین فان ھذا الحی من الانصار یحبون الغناء مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک جاریہ تھی انصار سے میں نے اس کا نکاح کرایا تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا تم غنا نہیں کرتی یعنی گاتی نہیں انصار کا یہ قبیلہ تو غنا کو بہت پسند کرتا ہے، پس ثابت ہوا کہ مطلق غنا حرام نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ مفسرین نے اسی جگہ لہو الحدیث سے غنا مراد لیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غنا مذموم ہے جو فسق و فجور پیدا کرے اور لہو مجب کیلئے ہو مفسرین کے نزدیک غناء ممنوعہ مراد نہیں۔

جواب نمبر ۲: اس آیت کی شان نزول تفاسیر میں اس طرح مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوۃ الی الحق فرماتے تھے اور حضرت آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام و سلیمان بن داؤد و یوسف بن یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصائص سناتے تھے اور بندگان خدا کو قہر غضب الٰہی سے خوف دلانے کیلئے قوم عاد، ثمود، شداد، نمرود، فرعون، ہامان کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں ایک شخص نضر بن حارث رہتا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ اس نے آپ کی تبلیغی کامیابی کو دیکھ کر اس راہ میں رکاوٹ پیدا کرنی چاہی اور فارس گیا

گیا وہاں سے شاہان فارس کے جھوٹے اور لغو واقعات خرید لایا اور مکہ میں آکر لوگوں کو بہرام گور،
اسفندیار، رستم و سہراب و شیر کے لایعنی اور مہمل قصے سنانے شروع کر دیئے۔ لوگوں کو رغبتِ اسلام
کم ہونے لگی اور اس کی طرف میلان شروع ہوا حتیٰ کہ اس کے گرد انبوہ کثیر جمع ہو جاتا اور حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بجز چند مومنین مخلصین کے عامۃ الناس نہ آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے
اس خبیث کی مذمت فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی کہ جو شخص ایسے غلط قصوں کو اس لئے خرید
لایا کہ مخلوق الٰہی کو اس کے راستے سے گمراہ کرے ہم نے اس کے واسطے سخت ذلت والی
کا عذاب تیار کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں اس لہو حدیث کی ممانعت کی گئی ہے، جو لوگوں
کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرے جیسا کہ لیضل عن سبیل اللہ اس پر شاہد ہے تو اگر بالفرض
یہاں لہو الحدیث غنا ہی مراد ہو تو وہ ہی غنا مراد ہو سکتی ہے جو کہ لوگوں کو راہ ہدایت سے گمراہ کر ڈالے
ایسی غنا کو ہم بھی حرام کہتے ہیں۔ صوفیاء کرام کی غنا میں گمراہی نہیں پائی جاتی بلکہ اس سے رقتِ
قلب پیدا ہوتی ہے، اور عشقِ الٰہی بڑھتا ہے۔ لہٰذا مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔

جواب نمبر ۳: اس آیت میں لہو الحدیث فرمایا۔ لہو کھیل کو کہتے ہیں اور حدیث بات
کو اور شرعاً نہ مطلقاً کھیل حرام ہے نہ بات، تیر اندازی۔ گھوڑوں کا دوڑانا، کشتی لڑنا اور جماع کرنا، یہ
سب لہو کے افراد ہیں۔ مگر یہ سب شرعاً جائز ہیں قرآن حدیث سب کلام اور باتوں پر مشتمل اور
حدیث میں داخل ہے۔ مگر کس مسلمان کے نزدیک نعوذ باللہ منہا قرآن و حدیث کی باتیں ناجائز
ہوں گی پس معلوم ہوا کہ نہ ہر حدیث ناجائز نہ ہر لہو حرام، اس لئے آیۂ کریمہ میں مطلق لہو حدیث
کی ممانعت نہیں بلکہ وہی لہو حدیث جو آگے قید لیضل عن سبیل اللہ سے مقید مراد ہے اور اس کی
حرمت میں کسی کو کلام نہیں۔

جواب نمبر ۴: لہو الحدیث سے اگر غنا مراد لی جائے تو اس میں اس طرح کلام جاری ہوگا،

اس لئے کہ غنا کے معنیٰ گانے کے ہیں اور اس کے بعض افراد بالاتفاق جائز ہیں مثلاً حسنِ صوت الحان داؤد علیہ السلام پرندوں کی خوش الحانی یہ تینوں چیزیں غنا ہیں مگر ان کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا۔ **لیس منا من لم یتغن بالقرآن** (رواہ بخاری) جس نے قرآن کے ساتھ غنا نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں پس ثابت ہوا کہ مطلق غنا کسی طرح حرام نہیں ہو سکتی۔

جواب نمبر ۵: لہو الحدیث کی دلالت غنا کے مفہوم پر قطعی نہیں بلکہ شان نزول جو تحریر کی گئی ہے اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ لہو الحدیث سے شاہانِ فارس کے غلط قصے مراد ہیں۔ پس لفظ کی دلالت اپنے معنیٰ پر چونکہ قطعی نہیں اس لئے حرمت قطعیہ ثابت نہ ہوئی بلکہ آیت کریمہ میں اگر بجائے لہو الحدیث کے معنی غنا بھی ہوتا تب بھی مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی اس لئے کہ آگے لیضل عن سبیلہ کی قید موجود ہے جو اس کو خاص کر رہی ہے۔ نیز احادیث میں جوازِ غنا کا ثابت ہونا بھی اس امر کے معارض ہے۔ پس غنا سے بھی بعض افراد کو مخصوص کرنا پڑتا ہے ظاہر ہے کہ عام مخصوص البعض قطعی نہیں ہوتا بہر حال اس دلیل سے نہ حرمت قطعیہ ثابت ہوئی نہ مطلقاً غنا حرام ہوئی والحمد للہ

جواب نمبر ۶: اللہ تعالیٰ نے آیۂ کریمہ میں لیشتری لہو الحدیث فرمایا اس کے معنی ہیں خرید لاتا ہے لغو باتوں کو اور ظاہر ہے کہ جو شئے موجود عرفاً اور مال شرعی نہ ہو اس کی خرید و فروخت کسی طرح معقول و مقصود نہیں ہو سکتی پس اگر لہو الحدیث سے غنا مراد ہو تو وہ چونکہ صرف آواز ہی آواز ہے نہ کوئی شئے موجود نہ مال شرعی اس لئے اس کا خریدنا کسی طرح ممکن نہیں لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ نضر بن حارث جو غلط اور جھوٹے قصے شاہانِ فارس کے خرید لایا تھا وہی مراد ہیں وہاں خریدنا بھی صادق آتا ہے اور لہو حدیث یعنی لغو باتیں بھی موجود ہیں پس لہو حدیث سے غنا مراد لینا الفاظ قرآن سے بہت بعید ہے۔ اگر غنا سے مراد آلاتِ غنا ہے تو یہ قول اس لئے

باطل ہوگا کہ لغت عرب میں لہو الحدیث کسی باجہ کا نام نہیں اصل یہ ہے کہ لہو الحدیث سے وہ باتیں مراد ہیں جو موجب ضلالت و باعثِ غوایت ہیں۔ جب کسی بات میں گمراہی نہ ہو تو وہ لہو الحدیث میں داخل ہو کر منہی عنہ نہیں ہوسکتی اس لئے کہ علت نہی وموجب حرمت ضلالت و گمراہی ہے۔ جب وہ مرتفع ہوئی تو حکم بھی جاتا رہا۔

جواب نمبر ۷: حرمت قطعیہ بغیر نہی قطعی کے ثابت نہیں ہوتی اور نہی کی تعریف کتب اصول میں اس طرح لکھی ہے کہ النھی ھو قول القائل لغیرہ علی سبیل الاستعلاء لا تفعل نہی وہ قول ہے قائل کا اپنے غیر کے لئے "حکماً کہ مت کر اور نہی کا صیغہ منہیات شرعیہ میں جمع کے ساتھ نازل ہوا" یہاں جب نہی کا صیغہ سرے سے ہی نہیں تو جمع یا مفرد ہونا کیسا بہر حال آیت کریمہ میں چونکہ غناء کی ممانعت میں نہی کا صیغہ وارد نہیں ہوا اس لئے اس کو حرام کہنا اور حرمتِ قطعیہ کا دعویٰ باطل ہے۔

جواب نمبر ۸: مفسرین کرام نے کلمۂ لہو الحدیث میں بہت اختلاف کیا اور ہر ایک نے اپنی اپنی تحقیق کے موافق معانی لکھے۔ تفسیر عرائس البیان میں ہے کہ لہو الحدیث سے مراد علم فلسفہ، علم طبعی، علم ریاضی، علم کیمیا، علم فسون ہیں اور یہ علوم لہو الحدیث اس لئے ہیں کہ خیر سے روکتے ہیں تفسیر حسینی میں لکھا ہے سخن بہ بازی و سخن فریب دہندہ و مشغول کنندہ یعنی اختیار کنندہ فسانۂ بے اعتبار تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ لہو الحدیث وہ باتیں ہیں جو خیر سے غافل کریں جیسے بے اصل باتیں اور بے اعتبار افسون اور ہنسانے والی باتیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اپنی تفسیر عباسی میں فرماتے ہیں کہ لہو الحدیث باطل باتیں ہیں اور کتب افسون و نجوم و حساب و موسیقی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ لہو حدیث سے شرک مراد ہے۔

ابن قتادہ و ابن ہمام مکی نے فرمایا کہ لہو الحدیث ہر وہ بات ہے جو خیر سے روکے اور

اسی قول پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے۔ جب کہ لہو الحدیث میں اتنے احتمالات پائے گئے تو وہ اپنے مفہوم پر قطعی الدلالۃ نہ رہا اور حرمت قطعیہ کے لئے قطعی الثبوت والدلالۃ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ سے غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔ واللہ اعلم

اعتراض: قال اللہ تعالیٰ و استفزز من استطعت منھم بصوتک (بنی اسرائیل پ۱۵)۔ تو ان میں سے جسے چاہے آواز سے گمراہ کر۔ مفسرین کرام نے اس آیت میں صوتِ شیطان سے غنا مراد لی ہے اس لئے کہ اس کے سننے سے گمراہی حاصل ہوتی ہے

جواب: اس آیت میں بالفرض غنا مراد ہو تو بدلیل استفزز (گمراہ کرتو) وہی غنا ہوگا جو موجب ضلالت ہو، اسے ہم بھی ناجائز کہتے ہیں۔ اور اگر کسی مفسر نے اس آیت میں صوتِ ابلیس کی تفسیر غنا کے ساتھ کی ہے تو اس سے وہی غنا حرام موجب فسق و فجور مراد ہے نہ مطلق غنا، اس آیت میں بصوتک ہے جس کے معنی ہیں (اے شیطان تیری آواز) تو غنا حقیقتاً شیطان کی آواز نہیں ہوتی بلکہ وہ انسان کے منہ سے نکلتی ہے اور انسان ہی کی آواز ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کے منہ سے اچھی اور بُری دونوں قسم کی آوازیں نکلتی ہیں مثلاً تلاوت قرآن اذکار خیر وغیرہ اچھی آوازیں ہیں اور فحش گوئی بدکلامی اذکار شر سب بُری آوازیں ہیں، بُری آوازیں شیطان کی طرف منسوب ہوں گی اور اچھی آوازیں رحمٰن کیطرف، جیسا کہ فرمایا ما اصابک حسنۃ فمن اللہ۔ یہاں حسنۃ نکرہ ہے جو تمام اچھائیوں اور بھلائیوں کو شامل ہے۔ پس صوتِ حسن یقیناً اللہ کی طرف منسوب ہو گی، اور ظاہر ہے کہ صوتِ رحمٰن کا خاصہ ہدایت اور صوتِ شیطان کا خاصہ ضلالت ہے، اور مسلّم قاعدہ ہے کہ ایک شئے کا خاصہ دوسری شئے میں جو اس کے مدمقابل ہو نہیں پایا جاتا، پس صوتِ رحمٰن میں کبھی گمراہی نہیں آسکتی اور صوتِ شیطان میں کبھی ہدایت نہیں آسکتی، پس جن حضرات نے غنا سے

معرفت الٰہی کی طرف ہدایت اور رقت قلب سوز و گداز عشق الٰہی پیدا ہو ان کے لئے غنا صوت شیطان نہ ہوئے بلکہ صوت رحمٰن ہوئی جب یہ حکم آیت میں داخل نہ ہوئی نیز ہر آواز سے ہدایت یا ضلالت کا اثر بعد الوقوع مرتب ہوگا جب آواز منہ سے نکلی ہی نہیں تو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس منہ سے جو آواز نکلے گی وہ موجب ضلالت ہوگی یا باعث ہدایت پس قبل الوقوع چونکہ ضلالت کا معین نہیں اس لئے حرمت کا حکم لگانا باطل ہے۔ حکم ہمیشہ علت پر دائر ہوتا ہے، اور علت کا وجود اگر ہو تو بعد الوقوع محقق ہوگا۔ پس ہرگز نہ ثابت ہوا حکم صوت شیطان کا غنا پر قبل الوقوع اور وجود علت سے قبل اس پر حرمت کا حکم لگانا باطل ہوا (وللہ الحمد)

جواب نمبر۲: اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا **اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ** اے شیطان لعین تو جس قدر چاہے زور لگالے خواہ اپنی آواز سے بہکانے کی کوشش کرے یا دیگر تدابیر سے ان کو گمراہ کرنا چاہے لیکن میرے خاص محبوب برگزیدہ بندوں پر تجھے کبھی غلبہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اگر غنا صوتِ شیطان بھی ہو تو شیطان کا غلبہ محبوبین باری تعالیٰ پر محال ہے اگر وہ غنا بھی سنیں تب بھی گمراہ نہ ہوں گے ورنہ خدا تعالیٰ کا وعدہ باطل ہو جائے گا۔ جو لوگ غنا سن کر گمراہ ہو جاتے ہیں وہ اللہ کے مومن بندے نہیں، مومن بندوں پر تو شیطان کبھی غلبہ پا ہی نہیں سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ صوفیائے کرام غنا سننے سے گمراہ نہیں ہوتے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے

ہرچہ گیرد علتی علت شود — کفر گیرد کاملِ ملت شود

علتی جس چیز کو بھی لیتا ہے وہ علت ہو جاتی ہے اور مرد کامل اگر بظاہر کفر بھی اختیار کرے تو وہ بھی دین ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ** مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے

ہیں اور خوف الٰہی سے حرکت کرنے لگتے ہیں اور گاتے ہیں نیز فرمایا **واذا سمعوا ما انزل الی الرسول**
تری اعینہم تفیض من الدمع۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کلام نازل ہوا ہے۔
جب مومن اس کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آنسوؤں سے بہتی ہوتی ہیں اس چیز سے کہ
انہوں نے حق کو پہچانا نیز فرمایا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے **فبشر عبادی الذین یستمعون**
القول فیتبعون احسنہ۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری
سنا دیجئے جو قول کو سنتے ہیں اور اس کے احسن کی اتباع کرتے ہیں نیز ارشاد فرمایا۔ **اللہ**
نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم
اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا کلام یعنی یہ کتاب اتاری جس کی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور ایک ہی
بات سمجھانے کے لئے بار بار دہرائی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تاثیر یہ ہے کہ جو لوگ اپنے پروردگار سے
ڈرتے ہیں ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کی کھالیں یعنی جسم اور دل اللہ کی یاد کی طرف
راغب ہوتے ہیں۔ ان آیات طیبات میں آواز رحمانی کی صفت بیان فرمائی گئی۔ اہل اللہ کے قلوب
آیاتِ الٰہی یعنی صوتِ رحمٰن کو سن کر خوف زدہ اور رقت پذیر ہوتے ہیں ان کے بدن کے رونگٹے
خوف الٰہی سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ذکر اللہ کی طرف مائل ہوتے ہیں پس یہ تمام صفات اگر
صوفیائے کرام پر غناء سے طاری ہو جائیں تو وہ غناء ان کے لئے آوازِ رحمان سے مشابہ ہوگی اور یہ
حقیقت ہے کہ حضرات صوفیاء پر یہی **حالت غناء** سے طاری ہو جاتے ہیں تو جو آواز اپنے صفات و اثرات
میں آوازِ رحمٰن سے مشابہ ہو وہ کیونکر صوتِ شیطان ہو سکتی ہے اور کس طرح اس کو حرام کہا جا سکتا ہے۔
الغرض صوتِ شیطان وہی آواز ہے جس میں خاصۂ ضلالت ہو لیکن جس میں ہدایت اور صفات مذکورہ
پائی جائیں وہ کبھی صوتِ شیطان نہیں اس کو حرام کہنا سخت لاعلمی کی دلیل ہے پس قرآن مجید کی کسی
آیت سے مطلق غناء کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم۔**

دوسری بحث سنت رسول اللہ و آثار صحابہ میں

اعتراض: عن ابن مسعود قال الغنا ینبت النفاق فی قلبہ کما ینبت الماء البقل ۔ ثابت ہوا غنا مطلق حرام ہے۔

جواب: حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الماء طھور لا ینجسہ شیئ تو کیا اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ ہر پانی کی صفت یہ ہے کہ وہ نجاست کے ملنے سے ناپاک نہیں ہوتا یہ معنی تو بالکل خلاف شریعت ہے۔ معلوم ہوا الماء سے خاص پانی مراد ہے جیسا کہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ اس سے بیر بضاعۃ مراد ہے جو چشمہ دار کنواں تھا اور اس کا حکم مانند جاری کا سا تھا پس جس طرح اس حدیث میں الماء سے خاص پانی مراد ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کے اثر میں الغنا سے خاص غنا مراد ہے۔ اور وہ وہی غنا ہے جو منہیات شرعیہ پر مشتمل ہو اور لہو و لعب کے طریق پر کی جائے جو صوت شیطان ہے اور جس کا خاصہ ضلالت ہے۔ ایسی غنا کو ہم بھی ناجائز اور حرام کہتے ہیں، پس اس اثر سے مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔

اعتراض: حضرت نافع سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہم دونوں نے باجے کی آواز سنی تو حضرت عبداللہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے لگے جب دور نکل آئے تو مجھ سے دریافت کیا کہ اے نافع کیا تو اب اس آواز کو سنتا ہے یا نہیں میں نے کہا نہیں تو انہوں نے انگلیاں کانوں سے اٹھالیں اور کہنے لگے کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ ہمیں باجے کی آواز سنائی دی پس حضور نے اسی طرح کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام چیز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفرت فرمائی۔

جواب: اس حدیث میں حضرت عبداللہ کے لفظ یہ ہیں فصنع مثل ما صنع پس کیا حضور نے جس طرح کیا میں نے آپ حدیث میں ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے کیا کیا اپنے کانوں میں انگلیاں رکھیں وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اپنے ہمراہی سے دریافت

کیا کہ اب باجے کی آواز آتی ہے یا نہیں یہ تین فعل عبداللہ بن عمر نے کئے اور ان کے لفظا کہ جس طرح میں نے کیا بالکل اسی طرح حضور نے کیا تھا اب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ سرکار دو عالم نے بھی اپنے کان مبارک بند کئے وہ راستہ چھوڑا اپنے ہمراہی عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ اب تو باجے کی آواز سنتا ہے یا نہیں، اب خوب واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ نے ان سے دریافت کیا تیرے کانوں میں باجے کی آواز آتی ہے یا نہیں پس اگر مزمار کا سننا حرام ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجانے والے کے بجانے پر اور حضرت عبداللہ بن عمر کے سننے پر کبھی راضی نہ ہوتے۔

رہا یہ امر کہ حضور نے اپنے کان مبارک بند کر لئے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کسی ایسے بلند و بالا مقام پر اور ایسے افضل و اعلیٰ حال میں تھے کہ صوتِ مزمار اس مقام اور اس حال کے مناسب نہ تھی، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کسی اہم معاملہ میں انہماک کے باعث اپنے خیالات میں مستغرق ہوتے ہیں، اگر اس وقت کوئی شور و غل کا دفع کرنا اپنے امکان میں ہوتا ہے تو اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ورنہ خود وہاں سے اٹھ کر الگ جا بیٹھتے ہیں۔ تو کیا اُن آوازوں کو اور شور و غل کے سننے کو ہم حرام سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ) پس بہت ممکن ہے کہ حضور پر نزول وحی ہو رہا ہو یا اور کسی روحانی خیال میں مستغرق ہوں جس کی وجہ سے آپ نے آوازِ مزمار کو پسند نہ فرمایا ہو بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف کان بند کرنا دلیل حرمت نہیں ہو سکتا ورنہ اس حرام کام سے حضور بجانے والے کو منع فرماتے اور حضرت عبداللہ بن عمر کو سننے سے روکتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں سے کسی ایک کو منع نہ فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ مزمار کی آواز سننا حلال و مباح ہے۔

اعتراض: حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

قرآن مجید کو عرب کے لہجوں میں پڑھو اور عرب کی آوازوں میں پڑھو اور اہل عشق و اہل کتابوں کے لہجوں سے بچو اور میرے بعد عنقریب ایک قوم ایسی آئے گی جو ترجیع دیں گے قرآن پاک کو ترجیع غنا اور نوحوں کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کو غنا کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں۔

جواب: اس حدیث میں غنا سے علم موسیقی کے وہ خاص قسم کے راگ مراد ہیں جنہیں مخصوص قواعد کے ماتحت آواز کو بلند اور پست کیا جاتا ہے اور تصرو مد کے ساتھ آواز نکالی جاتی ہے جس میں بعض الفاظ کٹ جاتے ہیں بعض بگڑ جاتے ہیں اور اس طرح کلمات میں غیر معمولی تغیر تبدل واقع ہو جاتا ہے۔ یہ صورت چونکہ قرآن کے شایان شان نہیں بلکہ تحریف کے مترادف ہے اس لیے ایسی غنا سے قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہاں مطلق غنا مراد نہیں بلکہ جو غنا خوش الحانی پر مشتمل ہو اور اس میں مذکورہ قباحت نہ پائی جائے ایسی غنا سے تو قرآن مجید پڑھنے کا تو ہمیں حکم دیا گیا ہے چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۰ میں صحیح بخاری کی یہ روایت غالباً ہم پہلے بھی نقل کر آئے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لیس منا من لم یتغن بالقرآن پس معلوم ہوا کہ معترض کی پیش کردہ خبر میں مطلق غنا مراد نہیں بلکہ غنا مخصوص مراد ہے جس کی تشریح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اعتراض: حضور نے فرمایا الغنی حرام والتلذذ بھا کفر والجلوس علیھا فسق کہ غنا حرام ہے اور اس کے ساتھ لذت حاصل کرنا کفر ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے اس حدیث سے حرمت غنا اظہر من الشمس ہے۔

جواب: اولاً تو یہ حدیث کسی سند صحیح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں دوم یہ کہ اگر اس سے مطلق غنا کو حرام ثابت کیا جائے تو یہ حدیث دوسری احادیث صحیحہ

مرفوعہ کے معارض ہوگی جنمیں صراحۃً جوازِ غنا پر دلالت پائی جاتی ہے چنانچہ مشکوٰۃ کتاب النکاح میں بروایت ابن ماجہ یہ حدیث مروی ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال انکحت عائشۃ ذات قرابۃ لھا من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اھدیتم الفتاۃ قالوا نعم قال ارسلتم معھا من تغنی قالت لا فقال رسول اللہ ان الانصار قوم فیھم غزل فلو بعثتم معھا من یقول اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم (رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲)

اس روایت میں من تغنی کا لفظ موجود ہے جو صراحۃً جوازِ غنا پر دلالت کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ معترض کی پیش کردہ روایت میں جو الغنا حرام ہے اس میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مخصوص ومعین غنا مراد ہے جو علتِ ضلالت وموجب غوایت ہے جیسا کہ طوائف کا گانا یا اس کے مانند لہو ولعب کے طور پر خواہشاتِ نفسانیہ کو ہیجان میں لانے والے گانے پس اس روایت میں بھی مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی (وللہ الحمد) علاوہ ازیں معترض کی پیش کردہ روایت کچھ ایسی بے ڈھنگی سی ہے جس کو دیکھ کر طبیعت تسلیم نہیں کرتی کہ افصح العرب والعجم کی یہ حدیث ہو۔ یہاں یہ قابلِ غور امر ہے جب ایک شخص نے غنا کے ساتھ لذت حاصل کر لی تو بموجب اس روایت کے کافر تو ہو گیا اس کے بعد وہ شخص جلوس کرتا ہے جو نتیجۂ فسق ہے تو کیا اب وہ شخص کافر ہونے کے بعد فاسق ہو گیا بلکہ عام اصطلاحِ شرع میں گنہگار مومن کو فاسق کہا جاتا ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے تو اب اس روایت کا مطلب یہ ہوا کہ سماع سے لذت حاصل کرنے والا تو کافر ہے اور اس پر جلوس کرنے والا ہمیشہ قوالی سننے والا گنہگار مومن ہے اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ کفر کے بعد کفر کرنے سے انسان کا کفر بڑھتا ہے یا وہ کفر سے نکل کر ایمان کے درجے میں آتا ہے پس یہ روایت نہ روایتاً درست ہے نہ درایتاً اس لئے

اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا گستاخی و بے ادبی کے مترادف ہوگا۔

اعتراض : عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیتکم عن صوتین احمقین صوت النوحۃ وصوت الغناء لہذا ثابت ہوا کہ غنا حرام ہے۔

جواب : اس روایت کا کسی حدیث کی کتاب میں نام ونشان تک نہیں پایا جاتا۔ حیرت ہے کہ منکرین ایسی بے اصل باتوں سے مقابلہ پر آتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے اگر بالفرض کہیں اس کا وجود ہو تو جواب یہ ہے کہ یہاں نہیتکم کا لفظ ہے جو ماضی کا صیغہ ہے اور ماضی کے صیغہ سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو زمانہ ماضی میں منع فرمایا ہو اور زمانہ مستقبل میں اسکی اجازت دے دی ہو جیسا کہ باب زیارۃ القبور میں واقع ہوا کہ وہاں بھی نہیتکم عن زیارۃ القبور فرمایا جس میں ماضی کا صیغہ ہے اور چونکہ صیغہ ماضی متحمل نسخ تھا اس لئے زمانہ مستقبل میں الا فزوروھا سے وہ منسوخ ہوگیا۔ چونکہ دوسری احادیث میں غنا کی اجازت صراحۃً مذکور ہے اس لئے ممکن ہے کہ معترض کی پیش کردہ روایت منسوخ ہو۔ (واللہ اعلم)

اعتراض : عن ابی مالک الاشعری انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والمعازف۔

جواب : اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں بیان فرمائی حر، حریر، معازف جو لغت عربی میں مطلق شرمگاہ یا عورت کی شرمگاہ کو کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو المنجد صفحہ ۵۲۵ العزف صوت اللہو۔ پس عزف درف ہوا اور معازف اس کی جمع ہے لیکن علی سبیل العموم معازف کا اطلاق

تمام آلات لہو پر ہوتا ہے جیسا المنجد اسی صفحہ میں ہے المعازف وھی الآلات الطرب کطنبور والعود والقشبارۃ اور منتہی الارب ربع سوم صفحہ ۱۲۳ میں ہے معازف بالکسر آلتہائے لہو بازی مانند رود جامسہ وطنبور اور صراح مع تنزاح میں صفحہ ۳۵۸ پر ہے معازف آلتہائے لہو بازی جمع معزف یعنی چغانہ اور مختار الصحاح میں ہے والمعازف الملاہی ان جملہ عبارات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ معازف آلات لہو و طرب کو کہتے ہیں اور من جملہ آلات لہو و طرب کے دف بھی ایک آلۂ لہو ہے، پس اس حدیث میں جو لفظ معازف ہے دف بھی اس میں شامل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دف کا بجانا شرعاً جائز بلکہ سنت ہے اب اس کے جائز و مسنون ہونے پر چند روایات صحیحہ پیش کرتا ہوں (۱) عن عائشۃ قالت ان ابا بکر دخل علیہا وعندھا جاریتان تغنیان فی ایام منیٰ تدففان وتضربان وفی روایۃ تغنیان بما تقاولت الانصار یوم بعاث والنبی متغش بثوبہ فانتھرھما ابوبکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجہہ فقال دعھما یا ابابکر فانھا ایام عید وفی روایۃ ان لکل قوم عیداً وھذا عیدنا متفق علیہ (المشکوٰۃ باب العیدین صفحہ ۱۲۶)

(۲) عن الربیع بنت المعوذ بن عفراء قالت جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائی یوم بدر اذ قالت احداھن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین (بخاری، المشکوٰۃ صفحہ ۲۷۱)

اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ دف بجانا اور سننا دونوں جائز ہیں - دوسرے یہ کہ غائب کو ندا کرنا جائز ہے۔ تیسرا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل ہونیوالی بات کو جانتے ہیں اس واسطے کہ بچے وہی کہا کرتے ہیں جو وہ اپنے بڑوں سے سنتے ہیں یا جس کا خود مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس یا تو ان لڑکیوں نے اپنے والدین وغیرہ سے یہ سنا ہوگا کہ نبی کل آئندہ کی بات کو جانتے ہیں یا ان کا مشاہدہ و تجربہ ہوگا کہ نبی کریم نے کبھی کل آئندہ ہونے والی بات کی خبر دی ہوگی اور وہ ان کے مشاہدہ میں اسی طرح پوری ہوئی ہوگی رہا یہ امر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس مقولہ سے روکا تو یہ روکنا اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ حضور ما فی الغد کے علم کو نہیں جانتے بلکہ اس میں کئی احتمالات پائے جاتے ہیں اوّلاً یہ کہ مقتولین کے مرثیہ کے ضمن میں حضور نے اپنے ذکر مبارک کو بوجہ علو مرتبت کے مکروہ جانا ہو دوم یہ کہ کسر نفسی کی وجہ سے آپ نے اپنی تعریف کا اپنے سامنے سننا مناسب خیال نہ فرمایا ہو، سوم یہ کہ لڑکیوں کا مقولہ چونکہ کلام سابق کے بالمقابل بمنزلہ اجنبی کے تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیماً ہدایت فرمائی ہو کہ یہ صورت آداب مجلس اور طرق تکلم کے خلاف ہے، چہارم یہ کہ لڑکیاں چونکہ مقتولین بدر کا مرثیہ گا رہی تھیں جب ان میں سے ایک نے اس کو چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دی تو دوسری لڑکیوں کو خواہ مخواہ خاموش ہونا پڑا اور حضور چونکہ ان کا گانا بجانا سن رہے تھے اس لئے آپ نے اس لڑکی کو ایسی بات سے منع فرمایا جس میں دوسروں کو خاموش ہونا پڑا تھا، پنجم یہ کہ وفینا نبی یعلم ما فی غد کہنے والی چونکہ ناسمجھ لڑکی تھی جو بوجہ کمسنی کے اتنا شعور نہ رکھتی تھی کہ یعلم الی آخرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم عطائی تسلیم کرے اور علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص جانے اس لئے حضور نے اس کو اس مقولہ سے منع فرمایا مبادا ذاتی و عطائی کا فرق نہ سمجھ سکے

اور بوجہ اس کے عدم شعور کے غیب ذاتی جو باری تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو جائے وغیرہ ذلک من احتمالات الکثیرہ۔

اگر آپ کی ممانعت کی وجہ یہ بیان کی جائے کہ حضور ما فی الغد کا علم نہ رکھتے تھے اور آپ کیلئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے تو یہ بات معقول نہیں اس لئے کہ حضور کے لئے جب ما فی الغد کا علم ماننا شرک ہے تو حضور نے شرک جیسی اہم ترین بات کو سن کر اتنی خفیف اور ہلکی سی نہی فرمائی کہ یہ بات چھوڑ دے اور جو کہتی تھی وہی کہہ اگر یہ مقولہ شرک ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سختی کے ساتھ روکتے بلکہ ان کے عقیدے کی بھی اصلاح فرماتے، لیکن یہ کہیں ثابت نہیں، پس صاف واضح ہو گیا کہ حضور اکرم نے جو فرمایا وہ احتمالات مذکورہ پر مبنی تھا نہ نفی علم غیب پر الغرض اس حدیث سے ندا موتیٰ اور علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دف کا بجانا اور گانا روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔

(۳) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا النکاح واجعلوہ فی المسجد واضربوا علیہ بالدفوف۔

(رواہ ترمذی، مشکوٰۃ شریف ص۲۷۲)

(۴) عن محمد بن حاطب الجمحی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح۔

(رواہ ترمذی والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ ص۲۷۲)

یعنی حلال نکاح میں ایک دوسرے کو خبر کی جاتی ہے، اور دف بجایا جاتا ہے اور حرام نکاح یوں ہی خاموشی سے ہو جاتے ہیں۔ سخت حیرت ہے کہ جو چیز حلت و حرمت میں تمیز کرنیوالی اور حلت کو ظاہر کرنے والی ہے اسی کو حرام کہا جاتا ہے۔

(۵) عن انس قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ ولھم یومان یلعبون فیھما فقال ما ھذان الیومان قالوا کنا نلعب فیھما فی الجاھلیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ابدلکم اللہ بھما خیراً منھما یوم الاضحی ویوم الفطر (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۶)

اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضور نے اہل مدینہ کو لہو و لعب سے منع فرمایا بلکہ اس کا وقت بدل دیا (۶) حضرت ابو بریدہ سے روایت ہے کہ حضور کسی جہاد پر تشریف لے گئے تھے جب واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ رنگ کی لڑکی حاضر خدمت اقدس ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ سرکار میں نے نذر مانی تھی کہ حضور جب خیر سے واپس تشریف لائیں گے تو اضرب بین یدیک الدف والغنی۔ حضور نے فرمایا کہ اگر تو نے نذر مانی ہے تو گانا گالے اور دف بجالے ورنہ کوئی ضرورت نہیں، وہ لڑکی گانے بجانے میں مشغول ہو گئی، اتنے میں حضرت ابوبکر آ گئے مگر وہ بجاتی رہی پھر حضرت علی آئے وہ تب بھی اپنے کام میں اسی طرح مشغول رہی پھر حضرت عثمان آئے پھر بھی وہ باز نہ آئی حتیٰ کہ حضرت عمر آئے آپ کے آتے ہی اس لڑکی نے اپنے سرین کے نیچے دف کو دبا لیا سرکار نے فرمایا کہ اے عمر تم سے شیطان ڈرتے ہیں، میں بیٹھا تھا وہ بجاتی رہی حضرت ابوبکر آئے وہ بجاتی رہی حضرت علی و حضرت عثمان آئے پھر بھی وہ بجاتی رہی لیکن اے عمر جس وقت تم آئے اس نے دف کو چھپا لیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ مشکوٰۃ باب مناقب عمر صفحہ ۵۵۸

اس حدیث سے بھی دف اور غنا کی حلت اظہر من الشمس ہے۔ بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور حضرت عثمان کا غنا سننا

مع معازف یعنی آلۂ لہو کے جس کو دف کہا جاتا ہے ثابت ہوا۔

یہاں دو شبہ پیدا ہو سکتے ہیں ان کا جواب ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ یہاں اس لڑکی نے نذر مانی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت مرحمت فرما دی اس حدیث سے غنا مع آلات کا جواز علاوہ نذر کے ثابت نہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز نذر ماننے سے پہلے ناجائز ہو اُس کا پورا کرنا شرعاً جائز نہیں، چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ مسلم شریف اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دَف بجانا اور گانا گناہ نہ تھا ورنہ حضور اس کو پورا کرنے کی اجازت کبھی نہ دیتے دوسرا شبہ یہ ہے کہ حضرت عمر سے شیطان بھاگتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ونیز حضرت ابوبکر سے نہیں بھاگتا کیا حضرت عمر کا رتبہ سرکار اور حضرت ابوبکر سے زیادہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر سے شیطان بھاگتا ہے اس وجہ سے تھا کہ ان کی شان میں ہے۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ یعنی حضرت عمر کے مزاج میں تشدد اور سخت گیری پائی جاتی تھی کہ ہر چھوٹا بڑا خواہ مخواہ آپ سے خوف زدہ ہوتا تھا اور یہ بات عام طور پر پائی جاتی ہے کہ بعضوں کے والد نہایت رحم دل ہوتے ہیں اور اُن کے بھائی یا چچا جو والد کے مقابلہ میں کم درجہ رکھتے ہیں لیکن اُن کے مزاج میں بانسبت والد کے تشدد کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے بچے اکثر اپنے رحم دل باپ سے نہیں ڈرتے لیکن متشدد بھائی یا چچا سے خوف زدہ ہو کر اِدھر اُدھر منتشر ہو جاتے ہیں تو کیا اس سے یہ لازم آئے گا کہ بھائی چچا کا مرتبہ باپ سے زیادہ ہے؟ اسی طرح یہاں بھی سمجھنا چاہیے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نہایت رؤف

رحیم اور بہت ہی حلیم واقع ہوئے تھے اس لئے ایسے موقعوں پر آپ کو دیکھ کر خوف طاری
نہ ہوتا تھا بخلاف حضرت عمر کے آپ کے مزاج میں نہایت سختی تھی اس لئے آپ کو دیکھ
کر خواہ مخواہ خوف طاری ہو جاتا تھا چنانچہ اس امر کی تصریح "مشکوٰۃ" شریف باب مناقب
عمر میں ایک حدیث کے ضمن میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ قریش
کی چند عورتیں سرکار سے اپنا مقررہ خرچ لینے آئیں تو معین خرچ سے زیادہ مانگنے لگیں اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جھگڑا کرنے لگیں اتنے میں حضرت عمر نے دستک دی،
آپ کی آواز سنتے ہی وہ عورتیں اپنی اپنی چادریں اوڑھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں، حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ اتنے میں حضرت عمر اندر آگئے اور سرکار کو ہنستے دیکھ کر دریافت
کیا کہ حضور کیا معاملہ ہے آپ نے فرمایا تعجب ہے ان عورتوں پر کہ ابھی ابھی میرے پاس
تھیں اور بلند آواز سے کلام کر رہی تھیں، تمہاری آواز کا سننا تھا کہ وہ جلدی جلدی باپردہ ہو گئیں، حضرت
عمر نے فرمایا عورتوں سے کہ اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ سے نہیں ڈرتیں؟
انہوں نے کہا ہاں اے عمر آپ نہایت سخت کلام واقع ہوئے ہیں سرکار دو عالم نے حضرت عمر کو
مخاطب کر کے فرمایا اے عمر خدا کی قسم جب کبھی شیطان تم سے ملے گا تو وہ کبھی تمہارے راستہ پر چلے گا
تم جس راستہ پر چلو گے وہ اس کو چھوڑ دے گا۔ اس روایت سے علاوہ فضیلت حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے میرے بیان سابق کی تائید بھی ہوتی ہے اور صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر
سے شیطان کے اسقدر خائف ہونے کی وجہ یہی تھی کہ آپ نہایت متشدد اور سخت گیر واقع
ہوئے تھے اور سرکار نہایت رحیم و کریم اور بہت ہی حلیم تھے اس لئے آپ کو دیکھنے سے
وہ خوف پیدا نہ ہوتا تھا چونکہ آپ کی رحمت آپ کے غضب پر غالب تھی یہ شان رحمۃ العالمین
ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ دف بجانا اور غنا کرنا مخصوص اوقات

میں لہو و لعب کرنا جائز ہے اور کتب لغت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دف آلہ لہو ہونے کی وجہ سے معازف میں داخل ہے پس مطلق معازف کی حرمت مستلزم ہے۔ حرمتِ دف کو والازم باطل فالملزوم مثلہٗ یعنی دف کی حرمت باطل ہے لہٰذا حرمتِ معازف بھی اسی کے مثل ہے۔ مشکوٰۃ میں بروایت نسائی مذکور ہے عن عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دخلت علی قرظۃ بن کعب و ابی مسعود الانصاری فی عرس واذا جوار یغنین فقلت ای صاحبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واہل بدر یفعل ذلک عندکم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذھب فانہ قد رخص لنا فی اللہو عند العرس (رواہ النسائی)

اس حدیث سے شادی کے موقعہ پر لہو (کھیل کود) جائز ثابت ہوا۔ تیر اندازی، گھوڑ دوڑ، پانی میں تیرنا، کشتی لڑنا، جماع کرنا، غنا کرنا باجا وغیرہ بجانا یہ سب لہو و لعب میں داخل ہیں۔ گانے بجانے کی اباحت تو دلائل ساطعہ سے ثابت کر چکا ہوں۔ ان کے علاوہ تیراندازی کشتی سیاحت جماع کرنا ان امور کے جواز میں کسی کو کلام نہیں پس جب لہو کے اتنے افراد کا حکم جواز ہو تو پھر مطلق لہو کو حرام کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں اور بھی کئی حدیثیں جواز لہو پر موجود ہیں عن عائشۃ قالت زفت امراۃ الی رجل من الانصار فقال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان معکم لہو فان الانصار یعجبھم اللہو۔ (رواہ بخاری مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۱) و مشکوٰۃ میں صفحہ ۲۷۰ پر عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں سات سال کی تھی جب سرکار نے میرے ساتھ نکاح کیا اور میں نو سال کی تھی جب میری رخصتی ہوئی اس وقت میری گڑیوں کا کھیل میرے ساتھ تھا اور میں اٹھارہ سال کی

تھی جب سرکار کا وصال ہوا اس حدیث میں گڑیوں کا کھیل ہے جس سے لہو ولعب کا جواز ثابت ہوا مشکوٰۃ باب فضائل عمر صفحہ ۵۵۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے اچانک شور و غل اور بچوں کی آوازیں سنیں پس نبی اللہ کھڑے ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچتی گاتی ہے اور اس کے ارد گرد بہت سے بچے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ آؤ اور دیکھو میں نے اپنا منہ سرکار کے دوش پر رکھ لیا اور اس عورت کو حضور کے شانہ مبارک اور سر اقدس کے درمیان دیکھنے لگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ کیا تیرا جی بھرا نہیں بھرا میں عرض کرتی تھی حضور ابھی تک نہیں تاکہ میں دیکھوں کہ حضور کو میری کتنی محبت ہے۔ اسی اثنا میں حضرت عمر آگئے تو لوگ اس حبشی عورت کے پاس سے بھاگ گئے۔ حضور نے فرمایا میں جنوں کے شیطانوں اور انسانوں کے شیطانوں کو دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر سے بھاگ گئے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ پھر میں لوٹ آئی۔ احادیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو انصار کی لڑکیاں انتہائی فرح و مسرت سے غنا کرتی تھیں اور شعر گاتی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داعی

رخصت کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا اور اس نعمت کا شکریہ، ہم پر اس وقت تک واجب ہے جب تک اللہ تعالیٰ کو کوئی پکارنے والا پکارتا رہے۔

خلاصہ تاتارخانیہ محیط وغیرہ کتب میں اسی امر کی تصریح ہے کہ لہو ولعب ضروریاتِ شرعیہ کیلئے مباح ہے۔ مثلاً نکاح اور غزوات کے موقعہ پر لہٰذا مطلق لہو ولعب کی حرمت علی الاطلاق باطل ہوتی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حضرت عمرو بن شرید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سرکار نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تجھے امیہ بن ابی صلت کے کچھ اشعار یاد ہیں میں نے عرض کیا ہاں حضور یاد ہیں، فرمایا کہ پڑھو میں نے ایک شعر پڑھا حضور نے فرمایا اور پڑھو اور پڑھو یہاں تک کہ میں نے سو شعر پڑھے (مشکوٰۃ ومسلم) امیہ اگرچہ کافر تھا مگر شاید اس کے دل میں رسول اللہ کی عظمت کا مقام ہو کیونکہ اس کے اشعار میں دین اسلام اور حضور کی نہایت تعریف ہوتی تھی وہ قوم بنی ثقیف کا تھا اور نہایت خوش الحان تھا اس لئے سرکار نے سو شعر سنے۔ ان احادیث وروایات سے لہو ولعب کی رخصت اور خوش الحانی کے ساتھ شعر پڑھنے اور سننے کا جواز روز روشن کی طرح ثابت ہے پس جب لہو جائز ہوا تو آلہ لہو کیونکر حرام ہو سکتا ہے، لہو سبب ہے اور آلہ اس کا مسبب ہے معازف آلات لہو ہیں اور لہو جائز ہوا تو معازف کا حرام ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

اعتراض: ان تمام روایات سے صرف شادی کے موقعہ پر لہو کی اجازت ثابت ہوئی۔ لہٰذا اس مخصوص رخصت سے ہر وقت جواز لہو ثابت نہ ہوا۔

جواب: لہو کا شادی کے دن کے ساتھ مخصوص ہونا غلط ہے یہ امر تو بالکل واضح ہے کہ لہو سے مراد یہاں صرف گانا بجانا رقص وسرود ہے اس کے سوا کچھ نہیں اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ عید کے دن بھی لڑکیوں نے گانا بجانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے سامنے کیا اور سرکار نے وصدیق اکبر نے سنا لڑکی نے نذر پوری کی اس وقت نہ کوئی شادی تھی نہ عیدین کا موقعہ تھا دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب عمر ص۵۵۸ البتہ حضور اس وقت سفر جہاد سے تشریف لائے تھے لیکن اس حدیث سے پہلے ایک حدیث آپ پڑھ چکے ہیں حضور نے عائشہ کو حبشی عورت کا لہو ولعب دکھایا اور خود بھی دیکھا حالانکہ یہ موقعہ شادی کا نہ

تھا نہ عیدین کا نہ قدوم جہاد کا نہ اعلانِ صوم کا پس معلوم ہوا کہ لہو لعب کی رخصت کسی وقت یا زمانہ کے ساتھ مخصوص و معیّن نہیں ورنہ اس حبشیہ عورت کا لہو و لعب ہرگز حضور نہ دیکھتے اور حضرتِ عائشہ کو کبھی نہ دکھاتے رہا یہ شبہ کہ حضرت قرظہ بن کعب اور ابی مسعود انصاری نے عامر بن سعد کو جو یہ جواب دیا تھا کہ قد رخص لنا فی اللھو عند العرس۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ شادی کے علاوہ کسی وقت بھی لہو کی رخصت نہیں ورنہ عیدین اور قدوم قادم کے وقت بھی رخصت نہ رہے گی حالانکہ ان موقعوں پر بالاتفاق لہو و لعب کی رخصت ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی چونکہ فرحت و مسرت کا وقت ہوتا ہے اس لئے بوجہ فرح و سرور ہمیں شادی میں لہو کی رخصت ہے۔ عرس (شادی) کا لفظ بولنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ موقعہ ہی شادی کا تھا ورنہ رخصت لہو کیلئے شادی کا وقت کوئی معیّن نہیں ہے جیسا کہ ہم نے دلیل سے ثابت کر دیا بہرحال احادیث کی روشنی میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ لہو و لعب کبھی فرحت و سرور کے لئے اور کبھی اعلان کے لئے جائز ہے جو کسی زمانہ اور وقت کے ساتھ مقید نہیں اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ ہم نے جس لہو و لعب کو احادیث سے جائز ثابت کر دیا ہے۔ وہ یعنی مشہور و متعارف نہیں ایسا لہو و لعب تو اللہ تعالیٰ سے غفلت پیدا کرتا ہے اور خواہشات نفس امارہ کی طرف مائل کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے اور وہ عبادت و طاعت سے بہت دور جا پڑتا ہے ہماری مراد لہو و لعب سے وہ لہو ہے جس میں انسان کی تفریح طبع ہو جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ لہو بذاتِ خود اللہ سے غافل کرنے کی صفت اپنے اندر نہ رکھتا ہو حتیٰ کہ جن موقعوں پر لہو و لعب حدیثوں سے ثابت ہے مثلاً عیدین یا نکاح وغیرہ ان موقعوں پر بھی اگر ایسا گانا گایا جائے جس سے نفس امارہ کی بری خواہشات

براگیختہ ہوں یا خدا سے غفلت پیدا ہو جائے تو وہ بھی حرام اور ناجائز ہے۔ پس ہمارا مدعا اس بیان سے صرف اسقدر ہے کہ جو لہو و لعب گانا بجانا ذکر اللہ سے نہ روکے اور اس میں نفس امارہ کی بری خواہشات کی تحریک نہ ہو تو وہ جائز ہے اگرچہ ایسا گانا اپنی حقیقت کے اعتبار سے لہو و لعب نہیں، اس لیئے کہ وہ نہ خدا تعالیٰ سے غافل کرتا ہے نہ خواہشاتِ نفسانیہ کی طرف مائل کرتا ہے تو لہو و لعب کے معنیٰ خدا سے غافل کرنا ہے اور وہ اس میں نہ پائے گئے تو یہ گانا حقیقتاً لہو و لعب نہ ہوا اس کو لہو و لعب کہنا صرف مشابہتِ صوریہ کی وجہ سے ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا میں برائی کے بدلے کو بھی برا کہا گیا ہے صرف مشابہت صوریہ کی وجہ سے اسکو سیئۃ کہا گیا ورنہ برائی کا بدلہ دینا عقلاً و شرعاً کوئی بری بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے جب ہی تو خدا تعالیٰ حکم دیتا ہے اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بعض فقہا نے جو گانے بجانے کو حرام لکھا ہے اس کا یہی مطلب ہے جو میں نے بیان کیا یعنی جو گانا یادِ الٰہی سے غفلت اور خواہشاتِ نفس امارہ کی [تحریک کا] باعث ہو وہی لہو و لعب ہے اور بیشک وہی حرام ہے صوفیا کرام کے غنا سے بجائے معصیت کے رقتِ قلب اور محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے اس لیئے نہ وہ حقیقتاً لہو و لعب میں داخل نہ حرام۔

اس بیان سے معترض کی پیش کردہ حدیث کا مطلب بخوبی واضح ہو گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ایک قوم ایسی آئے گی جو متعہ کو اور تمام کپڑوں میں خالص ریشم کو (عورتوں کی طرح) حلال جانیں گی۔ اور آلات لہو کو جو خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والے اور خواہشاتِ نفس کو برانگیختہ کرنے والے ہوں گے ان کو حلال جانیں گے جیسا کہ فی زمانہ لوگ طوائفوں کے گانے کو بے پرواہی کے ساتھ سنتے ہیں اور طوائف ان آلات لہو کی اجرت کو اپنے لئے حلال جانتی ہے۔ نیز ریشم بھی مردوں میں عام ہو گیا ہے عورتوں کی طرح تمام

ریشمی کپڑے پہنتے ہیں الغرض حدیث پاک میں انہی معازف کی حرمت مراد ہے جو تعیش لہو ولعب اور فسق و فجور کے لئے استعمال کئے جائیں ورنہ یہ حدیث ان تمام احادیث کے معارض ہوگی جن میں دف اور لہو کی رخصت ثابت ہے۔

اعتراض : عَن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن ولا خیر فی تجارۃ فیھن وثمنھن حرام (رواہ الترمذی) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غنا حرام ہے

جواب : اس حدیث کے رواۃ میں ایک راوی علی بن یزید ہے جن کو محمد بن اسماعیل نے ضعیف کہا ہے اس لئے یہ روایت ضعیف ہے خود ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنے جامع میں اس کو ضعیف کہا لہذا یہ روایت اثباتِ حرمت میں قابل استدلال نہیں علاوہ ازیں یہ کہ المغنیات پر الف لام عہد کا ہے جس سے مراد وہ خاص مغنیات ہیں جن کا پیشہ غنا ہے اور شبہات عورتوں کی غنا چونکہ فتنہ انگیز ہے اسی لئے ہم بھی اس کو حرام کہتے ہیں۔ لہذا اس حدیث سے مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔ (واللہ اعلم وعلمہ اتم)

اعتراض : حدیثوں سے لڑکیوں کا گانا بجانا ثابت ہوا جو نابالغہ ہونے کی وجہ سے احکام شرع کی مکلف نہیں۔

جواب : حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میں نے نذر مانی تھی کہ آپ کے روبرو دف بجاؤں حضور نے فرمایا کہ اپنی نذر کو پورا کر اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا استدلال حدیث مذکورہ میں لفظ امراۃ آیا ہے جس کے معنی محاوراتِ عرب میں بالغہ عورت کے ہیں پس بالغہ عورت جو احکام شرع کی مکلفہ ہے۔

اس کا دف بجانا ثابت ہوا لہذا لڑکیوں کی تخصیص باطل ہوئی۔

اعتراض: یہاں عورت کی نذر کا معاملہ ہے جس کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

جواب: حدیث میں وارد ہے لا وفاء فی نذر المعصیۃ معلوم ہوا کہ اگر بالغہ عورت کا دف بجانا ناجائز ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نذر پوری کرنے کا کبھی امر نہ فرماتے لہذا بالغہ عورت کا دف بجانا جائز ثابت ہوا۔ علاوہ ازیں یہ کہ احادیث میں اس امر کی سخت تاکید وارد ہوئی ہے کہ تم اپنے بچوں کو اچھا ادب سکھاؤ اور نیک تعلیم دو اس تاکید کے ہوتے ہوئے کس مومن کو کب جائز ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو فعل حرام کا مرتکب دیکھ کر اس پر راضی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ چھوارے آئے حضرت امام حسن بچے تھے آپ نے بوجہ کمسنی کے ان چھواروں میں سے ایک چھوارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت آپ کے منہ سے وہ چھوارہ نکال لیا اور فرمایا کہ بیٹا یہ چھوارے صدقہ کے ہیں اور اہل بیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ کی چیز کھانا جائز نہیں اگر مسلمان کا بچہ خدانخواستہ چوری کرے یا شراب پیئے یا کوئی اور حرام کام کرے تو کیا اس کے والدین کا یہ فرض نہیں کہ اپنی اولاد کو حرام کام کرنے سے بچاتے پس اگر دف بجانا اور گانا مطلقاً حرام ہوتا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان لڑکیوں سے یہ حرام کام کو صادر ہوتے ہوئے دیکھ کر کبھی خاموش نہ ہوتے لیکن حضور ان کے اس فعل پر راضی ہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک مرتبہ لڑکیوں کو جو گانے بجانے سے منع کیا تو حضور نے فرمایا دعھما یا ابا بکر اے ابوبکر تم ان کو چھوڑ دو۔ سبحان اللہ سرکار نے تو منع کرنے والے کو منع فرمایا اب اس کو حرام کہنا کس قدر ظلم صریح ہے۔

اعتراض: ہمارا مقصد یہ نہیں کہ دف بجانا مطلق حرام ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بالغہ

مکلفہ کیلئے حرام اور نابالغہ غیر مکلفہ کے لئے حلال۔

جواب: سبحان اللہ یہ تفریق کہاں سے نکالی کیا حدیث میں کہیں ہے کہ گانا بجانا بالغہ کے لئے حرام اور نابالغہ کے لئے حلال ہے ہم تو حدیث سے ثابت کر آئے ہیں کہ حضور نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو امر فرمایا کہ یا عائشۃ الا تغنین، اے عائشہ تم گاتی نہیں سرکار نے حضرت عائشہ کو غنا کا حکم دیا حالانکہ وہ مکلفہ تھیں علاوہ ازیں ابھی ابھی عمرو بن شعیب کی روایت سے ثابت ہوا کہ ایک عورت نے حضور کے روبرو دف بجایا وہ بھی مکلفہ بالغہ تھی اس لئے کہ لغت عرب میں نابالغہ کو امراۃ نہیں کہتے امراۃ بالغہ عورت کو کہا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ گانا بجانا لڑکیوں ہی کے لئے مخصوص نہیں بالغہ مکلفہ کیلئے بھی جائز ہے۔

اعتراض: عورتوں کا غنا اور دف بجانا تو حدیث شریف سے ثابت ہوگیا لیکن مردوں کے لئے کہیں ثابت نہیں۔

جواب: مشکوٰۃ شریف ص۲۷۲ میں ہے۔ عن عائشۃ قالت کانت عندی جاریۃ من الانصار زوجتها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ الا تغنین فان هذا الحی من الانصار یحبون الغناء۔

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ فان ہذا الحی من الانصار انصار کا یہ قبیلہ غنا کو بہت دوست رکھتا ہے اس میں غنا سننا اور خود غنا کرنا دونوں باتیں داخل ہیں اگر یہ مراد ہوتی کہ انصار سننے کو بہت دوست رکھتے ہیں تو یحبون الغناء نہ فرماتے اس کی بجائے یحبون سماع الغناء فرماتے مگر آپ نے یحبون الغناء فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ انصار غنا کرنے کو اور سننے کو دونوں باتوں کو دوست رکھتے تھے اور یحبون صیغہ جمع مذکر غائب کا ہے جو مردوں کی غنا پر

ہے پس اگر مردوں کے لئے غنا حرام ہوتا تو حضور انصار کو منع فرماتے کہ غنا مردوں کے واسطے حرام ہے تم اس کو کیوں دوست رکھتے ہو حضور کا منع نہ فرمانا صریح دلیل ہے اس امر کی کہ جسطرح عورتوں کے لئے غنا جائز ہے، مردوں کے لئے بھی جائز ہے۔

اعتراض: مردوں کا دف بجانا حدیث سے ثابت نہیں۔

جواب: ہم پہلے حدیث نقل کر چکے ہیں کہ حضور اکرم نے امر فرمایا کہ واضربوا علیھا بالدفوف ۔ اضربوا جمع مذکر کا صیغہ ہے جس کے مخاطب مرد ہیں نہ عورتیں ثابت ہوا کہ مردوں کیلئے بھی دف بجانا جائز ہے بیان ماسبق میں ہم نے حدیثوں سے ثابت کر دیا ہے کہ دفوف کا بجانا رقص و سرود کا سننا لہو کا مباح ہونا یہ کچھ نکاح یا عید ہی پر موقوف نہیں بلکہ ضرورۃ شرعیہ کے ماتحت ہر وقت اسکی اجازت ہے علاوہ ازیں عورتوں کے گانے بجانے میں بعض قباحتوں کا پیدا ہو جانا بھی محتمل ہے مثلاً فسق و فجور کے خیالات و خواہشات نفسانیہ کا برانگیختہ ہونا مگر مردوں کے گانے میں وہ قباحتیں مقصود نہیں، پس جب عورتوں کا غنا جائز ہے تو مردوں کا بطریق اولیٰ جائز ہے نیز جس چیز کا سننا جائز ہے اس کا سنانا کیونکر حرام ہو سکتا ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غنا سنا اور آپ کے اصحاب کبار نے بھی سنا جیسا کہ پہلے مشکوٰۃ شریف باب مناقب عمر ص ۵۵۸ سے حدیث نقل کر آئے ہیں خلفاء راشدین نے سنا مثلاً ابی بکر عثمان و علی اور حضرت عمر نے بھی سنا جیسا کہ کتاب عوارف المعارف ص ۵۸ پر حدیث مروی ہے حضرت عائشہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میرے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہ اپنے حال پر رہی پھر حضرت عمر آئے تو وہ بھاگ گئی سرکار مسکرائے حضرت عمر نے سبب دریافت کیا سرکار نے لونڈی کا قصہ بیان فرمایا حضرت عمر نے عرض کی حضور جو کچھ آپ

نے سنا ہے میں اسے سنے بغیر نہ رہوں گا فسامع ھا رسول اللہ فاستمع۔ اس لونڈی نے گایا امیر عمر نے سنا اس حدیث کو شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں نقل فرمایا ۔ عن انس رضی اللہ عنہ انہ دخل علی لغیب۔ برآبن مالک ھو کان یتغنی اسیر الکبیر لا مام محمد رحمۃ اللہ علیہ عن عثمان کانتا عندہ جاریتان تغنیان فلما کان وقت السحر قال دعین ھذا وقت الاستغفار (بحوالہ کتاب بیان الفقہ صفحہ ۲۵)

بے شک حضرت عثمان غنی کے پاس دو لڑکیاں تھیں جو گاتی تھیں پس جب سحر کا وقت ہوتا تو آپ فرماتے اب گانا بند کرو یہ استغفار کا وقت ہے۔ الحمد للہ احادیث سے ثابت ہوا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس اور آپ کے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے باجے کیساتھ غنا سنی آپ کے دیگر صحابہ انصار و مہاجرین نے بھی اسی طرح حضور اور آپکے خلفاء کی اتباع کی اور غنا سنی اس کے بعد جو شخص غنا کو حرام کہے گا وہ اس آیت کا مصداق ہو گا۔ ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم (الآیۃ)

القرآن المجید - بحث سوم قیاس مجتہدین و اقوال آئمہ اربعہ و فقہاء کرام علیہم الرحمۃ۔

ایک مرتبہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دعوتِ ولیمہ پر کوفہ میں بلائے ہوئے تشریف لے گئے اتفاق سے وہاں سرود یعنی گانا بھی ہو رہا تھا لوگوں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ گانا جائز ہے؟ یا نہیں آپ نے فرمایا ابتلیت بھذا مرۃ نصبرت معلوم ہوا غنا حرام ہے

جواب : واہ رے معترض تیری پھرتی امام صاحب کے اس جواب سے تو غنا کا جواز ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اگر غنا سننا حرام تھا تو امام صاحب جیسے متقی کی شان کے کب لائق تھا

کرو فعل حرام پر صبر کرے اور سنت ہے اگر گانا حرام ہوتا تو امام صاحب کبھی نہ سنتے اور فوراً وہاں سے تشریف لے آتے اور کبھی فعلِ حرام کے مرتکب نہ ہوتے جن حنفیوں کے نزدیک غنا حرام ہے، ان کے نزدیک امام صاحب (نعوذ باللہ) فعلِ حرام کے مرتکب ہوئے اور ہم چونکہ جائز بلکہ سنت سمجھتے ہیں اس لئے ہمارے نزدیک امام صاحب مرتکب فعل مسنونہ ہوئے۔ رہا یہ امر کہ امام صاحب نے ابتلیت فرمایا جس کا ترجمہ ہے میں مبتلا ہوا تو اس سے حرمتِ غنا پر استدلال صراحۃً حماقت پر دال ہے کیونکہ امام صاحب نے قضا یعنی مقدمات فیصل کرنے والے عہدہ کو بھی لفظ ابتلیت سے تعبیر فرمایا چنانچہ آپ کا مشہور قول من ابتلی بلیۃ قضاء فلیخوض ضرب السوط علی القضا خوفا من الاخرۃ۔ جو قضا کی بلا میں گرفتار ہو اسے چاہیئے کہ کوڑوں کی مار کو قضا پر اختیار کرے آخرت کے خوف کی وجہ سے اس عبارت میں امام صاحب نے قضا کو بلیۃ اور فعلِ قضا کو ابتلی سے تعبیر فرمایا تو کیا قاضی بنا بھی حرام ہے اصل بات یہ ہے کہ مقدماتِ فیصل کرنے میں عدل و انصاف کی شاہراہ سے قدم پھسل جانے کا بہت احتمال ہے۔ اسی طرح غنا میں عشقِ حقیقی اور معرفتِ الٰہی کی صراطِ مستقیم سے ہٹ کر خواہشاتِ نفسانیہ کی طرف میلان پیدا ہو جانے کا احتمال قوی ہے اس لئے حضرت امام صاحب اور ان جیسے پاک اور مقدس حضرات اگر کمالِ تقویٰ اور انتہا خوفِ الٰہی کی وجہ سے قضاء و غنا سے محتاط رہے تو یہ احتیاط ان نفوس قدسیہ کے کمال تقدس کی دلیل ہے نہ حرمت قضاء و غنا کی۔ واللہ اعلم۔

[۲] سئل ابو حنیفۃ وسفیان الثوری رحمہما اللہ عن الغناء فقالا لیس من الکبائر ولا من الصغائر (تذکرۂ حنفیہ ص ۸۵)

ابن قتیبہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا ایک ہمسایہ عمر نامی تھا وہ ہر رات کو آلات کے ساتھ غنا کرتا تھا ایک رات امام صاحب صاحب عشا کی نماز پڑھ کر اپنے گھر تشریف لاتے

سر سے عمامہ اُتار کر رکھا اور بستر پر آرام فرما ہوئے جب کچھ دیر ہوگئی ۔ بعد عمر کی آواز نہ سنی تو دریافت فرمایا کہ آج ہمسائے کے گانے کی آواز نہیں آتی اس کا کیا سبب ہے معلوم ہوا کہ اس کو با سبب قصور کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا ہے امام صاحب اسی وقت اٹھے عمامہ شریف سر پر رکھا اور سیدھے جیل خانہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں کا حاکم عیسٰے نامی آپ کے خاص معتقدین و محبین میں سے تھا آپ کو دیکھتے ہی سروقد آپ کی تعظیم بجا لایا اور رات کو آپ کی تشریف لانے کا سبب پوچھا آپ نے وجہ بیان فرمائی امیر نے عمر نام والے تمام قیدیوں کو اسی وقت رہا کر دیا امام صاحب نے اس سے فرمایا کہ اے عمر میں نے تجھ کو قید سے آزاد کرایا عمر نے جواب دیا کہ جناب بے شک آپ نے مجھے سزائے قید سے رہا کرایا جب دونوں گھر آئے تو عمر نے امام صاحب کے ادب کی وجہ سے ارادہ کیا کہ آج غنا نہ کروں امام صاحب نے فرمایا کہ اے عمر جسطرح تو روز غنا کیا کرتا تھا اسی طرح آج بھی کر اور فرمایا اَلستَ تُغنیٰ لٰک تو نے اپنے غنا کے سبب مجھے مانوس کر دیا پس عمر نے غنا کیا اور امام ابو حنیفہ نے سنا ۔ مدارج النبوت باب التغنی ۔ اس روایت سے خوب اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت امام صاحب کے نزدیک غنا جائز ہے (وللہ الحمد)

اعتراض : امام شافعی و امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک غنا حرام ہے ۔

جواب : امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں لیس تحریم الغناء فی مذھب الشافعی بل کان فی مذھبہ یباح ضرب الدفوف ولو کان فیہ جلاجل ہے ۔ ثابت ہوا کہ شافعی مذہب میں غنا حرام نہیں اگرچہ جلاجل بھی کیوں نہ ہو ؟

کتاب وجیز اور انوار فقہ میں ہے الغناء والرقص وسماع القصب

والدف وان کان فیہ جلاجل لیس بحرام۔ اور مجموعۃ الروایات میں ہے۔ یباح الغناء عند مالک بھذا الدلیل ذکرہ امام الشعرانی سئل علی رضی اللہ عنہ عن الغناء۔ قال اعطاہ اللہ للمومنین۔ معراجین الصلوٰۃ والسماع۔ الصلوٰۃ معراج القلب والسماع معراج الروح انتہی۔

سبحان اللہ اس عبارت سے مسئلہ سماع کا خوبصورت چہرہ کس قدر بے نقاب ہو گیا اگر اب بھی غنا کو حرام کہا جائے تو تعصب اور عناد کا کیا علاج! نیز امام مالک کے مذہب میں غنا کا جواز ثابت ہوا

قال ابو الوفا ابن عقیل قد سمع الغناء امام احمد بن حنبل عن ابنہ صالح کتاب الفصول ۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک دن حضرت صالح بن امام حنبل مکان کے اندر دروازہ بند کر کے غنا کر رہے تھے ان کے پاس چند حاضرین جمع تھے امام صاحب تشریف لائے اور دروازہ بند ہونے کی وجہ سے چھت پر چڑھ گئے اور ایک ایسے دریچے کے قریب بیٹھ گئے جہاں آواز سنائی دیتی تھی آپ نے غنا کو سنا اور وجد میں آ گئے جب چھت کی کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی تو حاضرین دوڑے دیکھا تو امام صاحب بے ہوش پڑے تھے ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک غنا جائز ہوا۔ کتاب شرح کافی میں محمد بن علی شامی سے منقول ہے کہ سماع وہ مکروہ ہے جو فاسق یا شہوت لانے والی عورتوں سے سنا جائے جس سے فسق و فجور کی طرف میلان پیدا ہو اور جو سماع صالحین سنتے ہیں وہ بلا خلاف جائز و حلال ہے۔

ضرب القصب والدف سنۃ لا لغرض الشرعی لا للھو۔ کتاب بدائع حنفیہ۔

قال الفقہاء ضرب الدف والقصب سنۃ للضروریات

... رعیۃ لا للھو فلیس فیہ اختلاف الفقہاء وھکذا اجرۃ

بلا شرط حلال۔ (تکملہ بحر الرائق و فتاوی ابی اللیث)

سوال: آپ کی فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ لا یجوز اجرۃ الغناء والنوحۃ والملاھی والمزامیر۔

جواب: اس عبارت کی شرح میں لکھا ہے اخذ المال من غیر شرط یباح

له اکله علاوہ ازیں اجرت غنا کے حرام ہونے سے کہاں لازم آتا ہے کہ غنا بھی حرام

ہو دیکھو اسی کتاب محیط میں جس کی عبارت معترض نے نقل کی ہے اس منقولہ عبارت سے

پہلے لکھا ہوا ہے کہ نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا جائز نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ

نر کو مادہ پر چڑھانا بھی حرام ہے۔

شرح الکافی باب الاجارۃ الفاسدہ میں لکھا ہے لا یجوز الاجارات علی

شیئ من الغناء والنوحۃ والطبل منہیا ان کان للھو اما اذا

کان لغیرہ فلا باس بہ کطبل الغزوات والعرس وفی

الاجناس ولا باس ان یکون لیلۃ العرس یضرب بہ

لیشتھر بذالک ولیعلن بالنکاح۔

رجل استاجر رجلا لیضرب لہ طبلا ان کان للھو

فلا یجوز فان کان للغزو والعرس والقافلۃ یجوز

لانہ طاعتہ (فتاوی عبدالحی ص۳۱۰) ایک شخص نے ایک آدمی کو اجرت پر

لیا تاکہ وہ اس کے لیے ڈھول بجائے، اگر یہ ڈھول بجانا لہو کے لیے ہے تو ناجائز

ہے اور اگر جہاد شادی یا قافلہ کے لیے ہے تو جائز ہے اس لیے کہ وہ طاعت ہے

معلوم ہوا کہ اجرت اس وقت حرام ہوگی جس وقت جبل بجلنے میں گناہ اور معصیت ہو
لیکن جب معصیت کے بجائے طاعت ہو تو پھر حرمت کی کوئی وجہ نہیں اور ہم نے کئی مرتبہ
اس امر پر تنبیہ کی ہے کہ سماع صوفیائے کرام لہو و لعب کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اس سے
خشوع اور خضوع اور رقت قلب (و عشق الٰہی) پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ غنا موجب عصیان نہ ہوا
بلکہ باعث طاعت ہوا پس ایسی غنا اور اس کی اجرت دونوں جائز ہیں بخلاف غنا محرم
کی اجرت کے کہ اس غنا اور اس کی اجرت کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم۔

مبحث رابع (افعال و اقوال مشائخ عظام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)

اعتراض: تاب جنید بغدادی عن سماع الغناء فی آخر زمانہ

جواب: حضرت خواجہ ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ حضرت امام حسن علیہ السلام
کی اولاد سے تھے اور غنا بہت سنتے تھے ایک دن ان کی مجلس میں حضرت ابوبکر شبلی جو حضرت
جنیدؒ کے خاص مریدوں سے تھے موجود تھے ایک شخص نے سوال کیا کہ اے خواجہ ابو یوسف اگر
غنا اسرار الٰہی سے ہے تو حضرت جنیدؒ بغدادی نے کس لئے توبہ کی خواجہ ابو یوسف کے جواب
دینے سے پہلے ابوبکر شبلی نے جواب دیا کہ حضرت جنیدؒ صاحب نے اس لئے توبہ نہیں کی
کہ سماع معصیت تھی بلکہ ان کا یہ حال تھا کہ سماع سن کر اس قدر وجد میں آتے تھے کہ ان
کے جسم مبارک پر سخت صدمات آتے تھے اس لئے انہوں نے توبہ کی (غالباً ان صدمات کی وجہ
سے دیگر عبادات میں کچھ تغیر واقع ہو جاتا ہوگا جو توبہ کا موجب ہوا) خزینۃ الاصفیا ص ۲۴۷
معلوم ہوا کہ حضرت جنیدؒ بغدادی کی توبہ اس لئے نہ تھی کہ غنا معصیت ہے پس اس سے بھی غنا کی
ممانعت ثابت نہ ہوئی۔ و للہ الحمد

حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں سماع کے بیان میں جواز سماع پر حضرت

نافع رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کان بند کر لیے۔ اور عبد اللہ بن عمر کو حکم دیا کہ تو باجے کی آواز سن اگر باجہ منع ہوتا تو عبد اللہ بن عمر کو مزمار کی آواز سے منع فرماتے اور باجہ بجانے والے کو بھی منع فرماتے آپ کا دونوں میں سے کسی ایک کو منع نہ کرنا بھی دلیل ہے جواز مزمار کی رہا یہ امر کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک کانوں کو بند کر لیا یہ محض اتفاق ۔ یا نزول وحی یا اور کسی وجہ سے تھا، جیسا کہ سابق اوراق میں ہم بیان کر گئے ہیں۔

حضرت مرزا جانِ جاناں جو مشائخ کبار نقشبندیہ میں ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ سماع سے رقت قلب پیدا ہوتی ہے اور رقتِ قلب رحمتِ باری کو اپنے اندر جذب کرتی ہے جو چیز موجبِ رحمت ہو وہ حرام کیونکر ہو سکتی ہے۔؟ (حالاتِ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۸۹)

سلطان اولیا۔ حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی خلیفہ حضرت شہید محبت بابا صاحب رحمہا اللہ اپنے اہلِ مجلس کو ہمیشہ وجد و سماع کا وعظ فرمایا کرتے تھے اور قوالوں کو بلا کر خود کھڑے ہو کر سماع سنتے تھے اگر کسی کو معتقد سماع کا جانتے بسببِ ادب سماع کے کھڑے ہوتے اور اسکی تعظیم و توقیر کرتے (سفینۃ الاولیا ص ۹۸)

حضرت مودود چشتی ولی مادر زاد تھے۔ قطب الاقطاب تھے و حافظ قرآن مجید۔ منہاج العارفین سے نقل ہے جب خواجہ مودود صاحب بخارا میں تشریف لائے تو حاسدین علماء بخارا مسئلہ سماع میں بحث کرنے کیلئے جمع ہو گئے اور عظیم الشان مجمع ہو گیا مجلس قائم ہونے کے بعد علماء کی طرف سے سوال ہوا کہ خواجہ صاحب آپ کے پاس غنا سننے کی کیا دلیل ہے خواجہ صاحب نے فرمایا میرے پاس جوازِ غنا کی دلیل میرے پیر سلطان العارفین حضرت ابراہیم ادہم کی سنت ہے وہ پیر کامل تھے اور غنا سنتے تھے علما نے کہا کہ وہ کامل اکمل تھے اور رہبر

میں پرواز کیا کرتے تھے اگر ان کا کمال آپ سے بھی ظاہر ہو تو آپ کے لئے سماع میں کچھ مضائقہ نہیں خواجہ مودود چشتی اسی وقت کھڑے ہوئے اور اپنی آستینوں کو سنبھال کر تیر کی طرح تیز پروازی سے ہوا میں اُڑ گئے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے ایک ساعت کے بعد آپ اُوپر سے واپس آئے لوگوں نے دیکھا حاضرین مجلس دو ہزار کے قریب تھے۔ سب نے حضرت ممدوح کی بیعت اختیار کر لی علماء نے کہا یہ کام تو جادوگر بھی کر سکتے ہیں۔ اگر وہ پتھر کا ٹکڑا مجلس میں آکر آپ کی ولایت کی گواہی دے تو یقین ہو، خواجہ صاحب نے انگشت شہادت کا اشارہ فرمایا اور کہا لا الٰہ الا اللہ اسی وقت دیوار سے نکل کر زمین پر گھسٹتا ہوا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور باآواز بلند کہا لا شک فی و لا ریب یہ دیکھ کر تمام اولیاء علما حضرت خواجہ صاحب کے مرید ہو گئے اور سماع و غنا کے قائل ہو کر عقیدہ باطلہ سے تائب ہوئے۔ (وللہ الحمد خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۲۴۹)

ایک روز حضرت خواجہ ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ سماع سن رہے تھے کہ آپ کی مجلس میں حضرت ابو محمد بھی تشریف لائے چونکہ بڑے ذوق شوق سے آئے تھے اس لئے سماع سنتے ہی بے ہوش ہو گئے اور سات روز تک مست رہے لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا تو ہوش میں آجاتے تھے اور نماز پنج گانہ ادا کرتے تھے آٹھویں روز خواجہ ابو احمد نے سماع بند کرایا اور خواجہ ابو محمد کے سینے پر ہاتھ رکھ کر جگایا انہوں نے آنکھ کھولتے ہی آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا اور پڑھو اسی وقت عالم غیب سے ایسی سماع شروع ہوئی کہ تمام حاضرین تین روز تک وجد میں مست رہے۔ (کتاب مذکورہ ۲۴۲)

ایک مرتبہ حضرت شیخ ابو احمد کیساتھ علماء حاسدین نے مسئلہ غنا پر مناظرہ شروع کیا آپ مجلس میں تشریف لائے تو آپکے ہمراہ جاہل خادم بھی تھا جسکی جہالت کا سب لوگوں

کو علم تھا علماء نے سوال کیا آپ نے اس جاہل خادم کی طرف اشارہ فرمایا اور تمام علماء حاضرین کے علوم سلب کر کے خادم کو دیدیئے اور اس کو تمام علوم کا عالم بنا دیا کسی عالم سے اس کا جواب نہ بن پڑا، آخر اپنے عقیدۂ باطلہ سے توبہ کی اور تمام علماء حضرت ابو احمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے غنا کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا "نہ انکارے کنم نہ ایں کارے کنم" یعنی نہ میں انکار کرتا ہوں نہ سنتا ہوں، انکار تو اس لئے فرمایا کہ رسول کریم آپ کے خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام و تابعین و آئمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے غنا کو سنا ہے جیسا کہ نہایت تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں اور نہ ایں کارے کنم اس لئے فرمایا کہ بوجہ ضوابط امور خفیہ کے یہ طریقہ اس سلسلہ مبارکہ میں نہیں ہے حتیٰ کہ ذکر جہر تک نہیں کیا جاتا۔ اور مشائخ نقشبندیہ کا یہ معمول نہیں اس انکار کی وجہ معصیت نہیں جیسا کہ کم فہم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے (مکتوبات نقشبند)

خلاصۃ الکلام

عبارات فقہاء سے لکھا جا چکا ہے کہ ضروریات شرعیہ کے لئے غنا اور آلات غنا کا استعمال جائز ہے اور لہو و لعب کے لئے ناجائز ہے اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ضروریات کون کون سی باتیں ہیں اور لہو و لعب کیا چیزیں ہیں۔ تاکہ حلت و حرمت کا فرق بین ہو جائے۔ رقت قلب۔ نکاح۔ برات۔ ولیمہ۔ ختنہ۔ عرس۔ جہاد۔ قدوم مسافر۔ عیدین۔ اعلان شاہی۔ اعلان صوم۔ قطع فصل۔ وقت حدی۔ قطع سفر۔ تسکین طفل۔ گھوڑ دوڑ۔ وقت تولد۔ وقت کشتی وغیرہا منفعت یاد نے شرعیہ ا ہے

لہو و لعب جیسے آواز رقاصہ کی یا عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف۔ کلام فحش ، مدح فساق

وعلیہا من خدا فانی الواھیہ ۔

پس غنا صوفیہ میں چونکہ رقت قلب اور عشق الٰہی و معرفت باری کی صفات حسنہ پائی

جاتی ہیں اس لیے وہ قطعاً حلال و جائز اور اس کے علاوہ جن گانوں میں صفات لہو

تغافل طاعات اللہ پایا جاوے ، وہ سب ناجائز و حرام ، رہی تحقیق آلات غنا کی

تو وہ ہم اپنے بیان میں واضح کر چکے ہیں اور ثابت کر دیا ہے کہ معازف مزامیر میں

دف داخل ہے اس لیے کہ وہ بھی ایک آلہ لہو ہے اور دف کا بجانا جائز ، لہٰذا

معازف مزامیر مطلقاً حرام نہیں ہونگے ورنہ دف بھی حرام ہوگا اور یہ باطل ہے ۔

آئمہ اربعہ سے معازف و مزامیر اور دف کے درمیان کوئی فرق منقول نہیں اور از روئے لغت

بھی دف معازف و مزامیر میں داخل ہے جیسا کہ بحوالہ کتب ہم نے ثابت کر دیا لہٰذا کلیۃً جملہ آلات

غنا اس میں شامل ہوتے اور اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی پس جائز ہوئی اصل غنا

مزامیر کے ساتھ ۔ البتہ حرام ہو گی عوارضات کی وجہ سے جن کا بیان اوپر گزرا اور سنا غنا کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے خلفاء راشدین نے صحابہ کبار تابعین آئمہ اربعین رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ، آئمہ اثنا عشر نے چار سو چالیس مشائخ کبار نے دو ہزار اولیاء اللہ نے

ایک سو بیس فقہا نے ایک ہزار علماء نے اور لاکھوں کی تعداد میں عامۃ المومنین نے جیسا کہ ابن

ہمام مکی اپنی تصنیف جواز السماع میں نقل کیا ہے ۔ نیز احادیث صحاح ستہ سے بھی ہم نے سماع

کو ثابت کر دیا چاروں اماموں کے مذہب سے قولاً و فعلاً غنا ثابت ہوئی اب اللہ کی پوری

طرح حجت قائم ہو گئی اور اس کے بعد جو کوئی انکار کرے گا جواز سماع کا اس کا قول مردود ہوگا

ہم یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد غالباً کسی انصاف پسند منصف مزاج کے دل میں جواز

غنا کے متعلق کوئی شک و شبہ نہ رہا ہوگا اور اگر خدانخواستہ اب بھی کوئی شک باقی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد صدقِ دل سے دعا کریں اور بارگاہِ حق کی طرف پوری طرح رجوع کرکے صراطِ مستقیم کے منکشف ہونے کی التجا کریں سورۃ فاتحہ بہت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھا کریں اور اہلِ اللہ کی صحبت اختیار کریں کہ ان نفوس قدسیہ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا برسوں کی عبادت سے افضل ہے اہلِ معرفت کی صحبت و برکت سے انشاء اللہ العزیز شیطانی وسواس سے نجات حاصل ہوگی۔

ولنعم ماقیل

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اگر شقاوت ازلیہ کی وجہ سے اہل دل کی صحبت بھی مؤثر نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ صوفیائے کرام پر زبان طعن کھولنے سے باز رہیں اور اس مسکین گروہ کو برا بھلا کہہ کر اپنے اوپر غضب الٰہی کو حلال نہ کریں اہلِ اسرار کے اسرار مخفیہ کا ہر شخص کی سمجھ میں آجانا ضروری نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے غور سے سمجھ کر پڑھا کریں اور دیکھیں کہ باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسول تھے اور کلیم اللہ تھے مگر حضرت خضر علیہ السلام جن کی شان میں علمناہ من لدنا علما نازل ہوا کے اسرار مخفیہ سمجھنے سے قاصر رہے اور مرتبہ اعترافِ قصور فرمایا حالانکہ خضر علیہ السلام کی نبوت میں بھی اختلاف ہے معلوم ہوا کہ اہلِ اللہ کے رازوں کا سمجھنا انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ کے لئے بھی مشکل ہے چہ جائیکہ جنہیں استنجا کرنے تک کی تمیز نہ ہو وہ اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کریں نعوذ باللہ من ذالکم البتہ دنیا میں جہاں حقیقتاً اہل معرفت ہیں وہاں جھوٹے مکار متصنعین بھی پائے جاتے ہیں لیکن بلا دلیل شرعی کسی کو مکار کہنا اور تیر ملامت کا ہدف بنانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے اس لئے آخرت

سے خائف ہو کر اہلِ تصوف کی شان میں بے ادبی سے بچنا چاہیے، اس کے بعد یہ عرض کروں گا کہ میں نے جن حضرات کے لیے غنا کو جائز لکھا ہے وہ وہی ہیں جو صحیح معنی میں اس کے اہل ہوں اور وہ غنا اپنے اوصاف میں حقیقی لہو و لعب اور معصیت سے پاک ہو پس عوام الناس کیلئے میں سماع کو ہرگز جائز نہیں کہتا ہاں جس کا شیخ کامل اس کو سماع کی اجازت دے دے اس کے لئے بھی جائز ہے اس لئے کہ مرشد کامل اپنے مُرید کے قلب پر متصرف ہوتا ہے اب میں اپنے رب کریم غفور الرحیم جل جلالہ کی بارگاہِ اقدس میں بصد عجز و نیاز التجا کرتا ہوں کہ اے اللہ جل جلالہ آپ میری اس ناچیز خدمت کو اپنی ذاتِ کریمہ کے لئے خالص کر دے اور میری نجات کا ذریعہ بنا دے ۔ اگر اس کتاب کے لکھنے سے میرے دل میں کچھ تصنّع پیدا ہوا ہو تو اس کو اپنی رحمت و مغفرت کے صدقہ میں معاف فرما دے اور اس مختصر کو نافع خلائق کر دے ۔ آمین ثم آمین ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وعلماء امتہ واولیاء ملتہ وھداۃ طریقتہ اجمعین ۔

خاکپائے علماء و گرد راہِ صوفیاء الحقیر الفقیر السید احمد سعید الکاظمی الامروہوی عفی اللہ عنہ ذنبہ الجلی والخفی المقیم ببلدۃ ملتان بجارۃ قدیر آباد ۔ یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ

کتابت ابو کلیم اقبال احسن خان نظامی و : محمد یوسف جاوید

عرضِ حال

بزرگانِ قوم و برادرانِ ملت کی خدمات میں التماس ہے کہ اس تالیف سے میری غرض بجز اظہارِ حق کے اور کچھ نہیں نہ میں کسی کے ساتھ آمادۂ جدال ہوں نہ برسرِ پیکار، مسئلۂ غنا کے متعلق جو کچھ میری تحقیق تھی اسے حسبۃً للہ بغرضِ افادۂ عام حوالۂ قلم کر چکا ہوں اگر کسی صاحب کو میرے خیالات کے ساتھ اختلاف ہو تو وہ قبل اس کے کہ میرے جواب میں نوکِ قلم کو جنبش دیں اپنے تمام اعتراضات اور جملہ شکوک و شبہات سے مجھے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں اگر وہ خیالات حقیقت پر مبنی ہوتے تو میں نہایت حق پسندی کے ساتھ رجوع کر لوں گا اور کبھی تعصب یا نفسانیت سے کام نہ لوں گا اور اگر فریقِ ثانی کو میرے بیان میں حقانیت و صداقت کا رنگ معلوم ہو تو خوامخواہ کیدِ شیطانی کی اتباع نہ کریں۔ اور خوفِ الٰہی کو دل میں جگہ دے کر حق و صدق قبول کرنے سے دریغ نہ فرمائیں۔ مجادلہ و مخاصمہ موجبِ بغض و عناد و باعثِ فتنہ و فساد ہے۔

اللھم انا نعوذ بک من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

فقط والسلام

فقیر سید احمد سعید الکاظمی الامروہوی عفی عنہ (ملتان شریف)

ہماری خدمات حاضر ہیں

کتاب ھذا

اور دیگر علما اہلسنت کی تصانیف ملنے کے پتہ جات

—:o:—

- مرکز نظامیاں ملتان
- شیخ نظامی انوار العلوم ملتان
- کتب خانہ حاجی مشتاق احمد
  اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

شعبہ تبلیغ

مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان